

3844

184

بے معرکہ دنیا میں اُبھرتی نہیں قومیں

بھارت کی جارحیت

کے مقابل

پاکستان

۳

جہاد پر

یادداشت

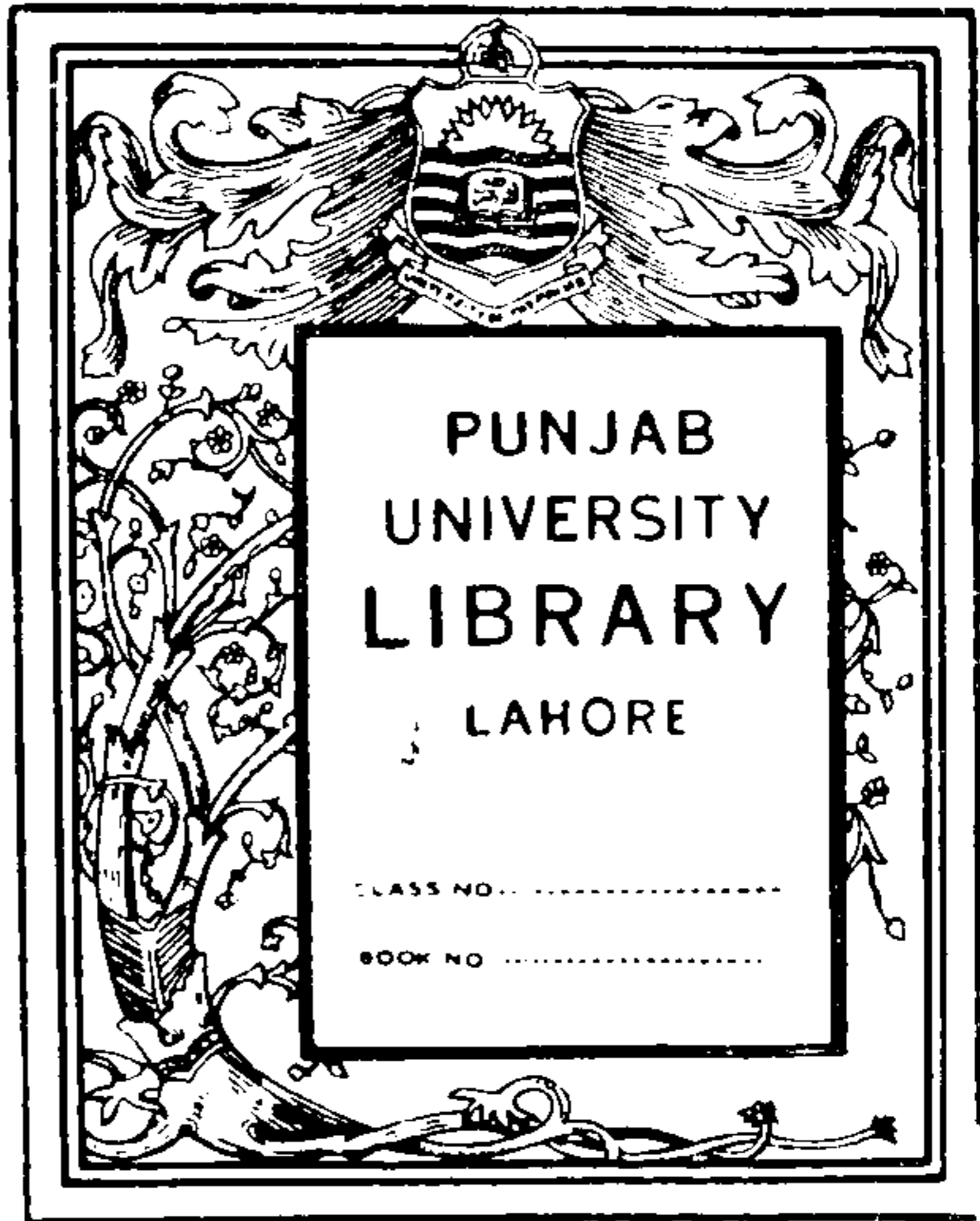
3844



# ذخیرہ صاحبزادہ میاں گھمیل احمد شہر قیوڑی، نقشبندی مجدی

جو 2001ء میں میاں صاحب نے

پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو عطا فرمایا



S-369 -Punjab University Press 10,000 29-1-2003

87094

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

87094

## بے معرکہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں

ہندو کے دماغی خلل کا علاج یہ ہے کہ اس کے دل سے یہ زعم باطل نکال دیا جائے کہ مسلمان کمزور ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ مسلمان اس کا عزم کرے کہ جو آنکھ اس کی طرف بُری نیت سے دیکھے گی وہ آنکھ نکال لی جائے گی خواہ وہ کسی سر میں کیوں نہ ہو۔ اگر ہندوؤں نے کسی سمت سے بھی اپنے قدم بڑھائے تو مسلمانوں کی طرف سے اس کا جواب وہی ہونا چاہیے جو ابدالی کی تلوار نے پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو دیا تھا۔ یاد رکھئے! اگر ہندو کو ایک باز شکست مل گئی تو پھر وہ خود بھی امن سے رہے گا اور دنیا کا امن بھی بحال ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد ہندوستان کے چار کروڑ مسلمان بھی عزت و آبرو کی زندگی بسر کریں گے۔

(طلوع اسلام۔ بابت جولائی ۱۹۲۸ء)

افراد ہوں یا اقوام ان میں باہمی اختلافات اور تنازعات نمودار ہوتے

رہتے ہیں۔ شریف انسانوں کا کام یہ ہے کہ جب کوئی تنازعہ فیہ معاملہ قاعدے اور  
 قانون کے مطابق طے ہو جائے تو اسے تسلیم کر لیا جائے خواہ وہ فیصلہ اپنے خلاف  
 ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن کم ظرف انسانوں میں اتنی وسعتِ قلب اور کشادگی نگاہ نہیں ہوتی۔  
 وہ بظاہر اس فیصلے پر رضامند ہو جاتے ہیں لیکن اپنے دل میں اس کے خلاف گہرے بھائے  
 رکھتے ہیں۔ وہ اسے اپنے پندار کی شکست سمجھتے ہیں اور اس کا بدلہ لینے کے لئے  
 اپنے اندر بغض و نفرت اور حسد و انتقام کی آگ سلگائے رکھتے ہیں۔ نتیجہ اس کا  
 یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے بعد نہ خود ہی امن اور چین سے بیٹھتے ہیں اور نہ ہی فریق  
 مقابل کو اطمینان سے بیٹھنے دیتے ہیں۔ اور اگر کبھی خدا نکر وہ ایسے فرو یا قوم کے  
 دماغ میں یہ خناس سما جائے کہ فریقِ مقابل کمزور ہے تو پھر ان کے اوجھے پن کی  
 کوئی حد و نہایت ہی نہیں ہوتی۔ وہ ان حربوں پر اتر آتے ہیں جنہیں قرآن کریم  
 نے "اسفل السافلین" سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی سفاہت و دنائیت کی پست ترین  
 سطح۔

تقسیم ہند کا مسئلہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں ماہِ النزاع تھا۔ ہندوؤں  
 کی طرف سے اس کی مخالفت ہوئی اور سخت مخالفت برسوں کی آویزش و منا  
 کشیت  
 کے بعد یہ مسئلہ باہمی رضامندی سے طے پا گیا۔ ملک تقسیم ہو گیا اور ہر ایک نے  
 اطمینان کا سانس لیا۔ جب معاملہ کا تصفیہ ہو گیا اور پھر جھگڑے اور تنازع کا  
 سوال کیا؟ لیکن ہندوؤں کی کم ظرفی نے اسے اپنی شکست پندار پر محمول کیا اور  
 تقسیم ہند کو دل سے قطعاً نہ اپنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کے لئے جس قسم  
 کی بلند نگہی اور وسعتِ قلبی کی ضرورت ہوتی ہے ہندو کو وہ نصیب ہی نہیں  
 گذشتہ ہزار سال کی تاریخ میں اسے ہر مقام پر جو شکستیں برداشت کرنی اور

ذلتیں اٹھانی پڑی ہیں اس سے اس قوم کے تحت الشعور میں عجیب انداز کی نفسیاتی پیچیدگیاں ( PSYCHOLOGICAL COMPLEXES ) پیدا ہو گئی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو نہی کوئی فیصلہ ان کی منشاء کے خلاف ہوتا ہے وہ اسے اپنی ذلت پر محمول کر لیتے ہیں۔ اور اگر بد قسمتی سے ان کا فریق مقابل مسلمان ہو تو پھر ان کی جھنجھلاہٹ کی کوئی حد ہی نہیں رہتی۔ محمد بن قاسم محمود غزنوی باہر۔ ابدالی وغیرہ کے تصور راتی بھوت ان کے اعصاب پر از سر نو سوار ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے ہاتھوں کے لگائے ہوئے چر کے پھر سے تازہ زخم بن جاتے ہیں اور وہ ان تمام شکستوں اور ذلتوں کا انتقام اس صریف تازہ سے لینا چاہتے ہیں۔ ہندو صدیوں سے اس نفسیاتی مرض، ذہنی کوفت اور قلبی سوزش میں مبتلا ہے۔ وہ جب تک محکوم رہا مسلمانوں کے خلاف اپنے پوشیدہ جذبات حسد و منافرت کا مظاہرہ چھوت کے رنگ میں کرتا رہا۔ مسلمانوں سے چھوت کے پیچھے جذبہ ہی یہ کار فرما تھا کہ وہ انہیں قابل نفرت سمجھتا تھا۔ اور اس احساس میں اپنی آتش انتقام کی لسکین کا سامان پاتا تھا۔ لیکن پاکستانی مسلمانوں کی نہیں دنیا کی ہر امن پسند قوم کی بد قسمتی کہ اس ذہنیت کی حامل نفسیاتی مریض قوم کو بیٹھے بٹھائے اتنے بڑے وسیع ملک کی حکومت مل گئی۔ حکومت ملنے کے ساتھ ہی اس نے دہلی، گوالیار، مشرقی پنجاب اور ملک کے دوسرے حصوں کے نہتے اور کمزور مسلمانوں پر جو قیامت خیز مظالم ڈھائے۔ پھر جونا گڑھ، جیدہ آباد اور کشمیر کے معاملہ میں جو کچھ کیا، وہ ان کے نفسیاتی جنون کے مظاہرے تھے۔ آزادی ملنے کے ایک سال کے اندر اندر اس نے وحشت و بربریت کے وہ عالم سوزہ مظاہرے کئے کہ ہم جولائی ۱۹۴۸ء میں وہ کچھ لکھنے پر مجبور ہو گئے جس کا اقتباس سر عنوان دیا گیا

ہے۔ وہ دن اور آج کا دن اس نے اہل پاکستان کو ایک رات بھی تو چین کی  
 نیند نہیں سونے دیا۔ عتباری، مکاری، فریب دہی۔ وعدہ فراموشی۔ عہد شکنی کی سہولت  
 خاموش سے لے کر قزاقی، سفاکی، خوں ریزی، غارتگری کی شعلہ افگنی تک کولنا  
 ضربہ تھا جو اس نے مسلمانوں کے خلاف استعمال نہیں کیا۔ دینا دُور سے زیادہ سے  
 زیادہ اُن شعلوں کے دھوئیں ہی کو دیکھ سکتی ہے۔ اسے اس کا صحیح احساس ہو نہیں  
 سکتا کہ ہمیں واسطہ کس قوم سے پڑا ہے۔

فغاں من دل خلق آب کرد ورنہ ہنوز  
 نگفتہ ام کہ مرا کار با فلاں افتاد

اٹھارہ برس تک ہم اسے برداشت کرتے رہے۔ ہمارا مقدمہ اس عدالت  
 (ریو۔ این) میں تھا جس کے متعلق ”ہندب اقوام“ ہمیں دلاسا دلاتی رہیں کہ وہاں سے  
 انصاف مل جائے گی تو قیام ہے۔ ہم اس فریب میں رہے۔ یایوں کہنے کہ خود  
 ہمارے ارباب اقتدار میں اس کی ہمت اور حوصلہ نہ تھا کہ وہ فریب کے پردے کو  
 چاک کر کے حقائق کا سامنا کرتے۔ اسباب اس کے کچھ بھی تھے، نتیجہ بہر حال یہ تھا  
 کہ ہندو سر پر چڑھنا چلا گیا تا آنکہ فطرت کی گرم گستری سے پاکستان کی زمام اقتدار  
 ایک ایسے مرد آہن گداز ریفلڈ مارشل محمد ایوب خاں کے ہاتھ میں آگئی جو باطن  
 سیاست اور میدان کارزار دونوں پر گہری نگاہ رکھتا تھا۔ انہوں نے بھی امکان بھر  
 کوشش کی کہ ہندوستان کے ساتھ تنازعہ فیہ معاملات کا حل پُر امن طریقوں سے  
 ہو جائے لیکن جو قوم دوسروں کی شرافت کو اس کی کمزوری پر محمول کرے وہ پُر امن  
 کوششوں کا احترام کس طرح کر سکتی ہے۔ ادھر سے آئین و ضوابط اور عہد و معاہدہ  
 کی پابندی ہوتی رہی اور ادھر سے اندر ہی اندر جنگی تیاریوں پر زور دیا جاتا رہا

تا آنکہ انہوں نے پیش قدمی کر کے پاکستانی چوکیوں پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ یہ  
درحقیقت مقیاس ( FEELER ) تھا یہ دیکھنے کے لئے کہ جنگ کے  
تصور کے خلاف پاکستان کا رد عمل کیا ہوتا ہے !

اب وہ مقام آگیا جو قوموں کی تاریخ میں موت اور زندگی کا فیصلہ کن مرحلہ  
ہوتا ہے۔ ہندوستان اپنے رقبہ، آبادی اور وسائل کے اعتبار سے پاکستان کے مقابلہ  
میں کتنے گنا بڑا۔ اس کی فوج (مٹر بیکن مارا کے تخمینہ کے مطابق) پاکستان کی فوج  
سے پانچ گنا زیادہ۔ اس کا سامان حرب و ضرب جو اس نے چین کے ہوتے کی آڑ میں  
مختلف گوشوں سے ہتیا رکھا ہے بے حد و شمار۔ دنیا کی عظیم طاقتیں اس کی پشت پناہ۔  
یہ تمام حالات ایسے تھے جو ایک عام سطح کے انسان کو محترّمہرا دینے اور ہندوستان  
کے سامنے جھکا دینے کے لئے کافی تھے۔ "دو اور دو چار" کی منطق کا تقاضا یہی تھا  
کہ ہندوستان کے اس چیلنج کو قبول نہ کیا جائے۔ لیکن غیرت و حمیت کا تقاضا کچھ  
اور تھا۔ یہ تقاضا پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ :

برنزا اندیشہ سو دریاں ہے زندگی  
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی  
تو اسے پیمانہ امروز و فردا سے نہ ناپ  
جاوواں، پیہم رواں، ہر دم جواں ہے زندگی

یہ وہ مقام تھا جس کے لئے قرآن نے کہا تھا کہ خلق الموت و الحیوة لیبطلکم  
ایکم احسن عملاً (۱۶)۔ خدا نے موت اور حیات کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ تمہارے  
لئے اس بات کا موقع بہم پہنچائے کہ تم اپنی مصمّر قوتوں اور زندہ رہنے کی صلاحیتوں  
کو آزما سکو اور اس حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو کہ :



خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقامِ حیات

کہ عشقِ موت سے کرتا ہے امتحانِ ثبات

یہ وہ مقام تھا جس کے لئے اعلان کیا گیا تھا کہ لیہک من ہلک عن بینۃ  
ویہی من حی عن بینۃ (۱۳۴)؛ جسے زندہ رہنا ہے وہ بھی دلیل و برہان کی رو سے  
زندہ رہے اور جسے ہلاک ہونا ہے وہ بھی دلیل و برہان کی رو سے ہلاک ہو۔ قرآن  
کریم کی رو سے زندگی محض نفسِ شماری کا نام نہیں، نہ ہی موت سے مراد سالس کی  
آمد و رفت کا بند ہو جانا ہے۔ اس کے نزدیک مرگِ با شرف کا نام اصلِ حیات ہے  
اور حیاتِ بے شرف موت۔ وہ عزت کی موت مرنے والوں کے متعلق کہتا ہے کہ ہیں  
مردہ مت سمجھو وہ زندہ ہیں۔ (۱۵۵) وہ ذلت کی زندگی جینے والوں کے بارے  
میں کہتا ہے کہ: ویاتیہ الموت من کل مکان وما ہونیت (۱۳۴)؛ وہ ایسی زندگی  
جیتے ہیں کہ جس میں ہر آن موت اپنے خونی پنجے نکالے چاروں طرف سے ان کی  
طرف سے یلغار کرتی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن یہ عذاب ایسا دائمی ہوتا ہے کہ وہ  
مرتے بھی نہیں کہ اسی طرح اس سے چھٹکارا حاصل کر لیں۔ یہ دونوں گوشے صدر  
مملکت کے سامنے تھے۔ ایک طرف بے پناہ مشقتیں، مصیبتیں، تکلیفیں۔ الخوف  
والجوع و نقص من الاموال و الانفس و الثمرات (۱۵۵) ہر قسم کے خطرات، بھوک  
پیاس، جان، مال، ثمرات کی تباہیاں تھیں اور دوسری طرف غلامی، محکومی،  
ذلت اور مسکنت کی زندگی۔ اور غلامی و محکومی بھی ہندو جیسی قوم کی —  
یہ دونوں گوشے اس کے سامنے تھے اور وہ ایک گہری سوچ میں ڈوبا ہوا بیٹھا تھا۔  
کتنا نازک تھا یہ مقام اور کیسا مشکل تھا یہ فیصلہ۔ وہ فیصلہ جس پر دس کروڑ  
انسانوں کی موت اور حیات ان کی آنے والی نسلوں کی قسمت بلکہ اس خطہ زمین



میں خود اسلام کے مستقبل کا دار و مدار تھا۔ وہ اس گہری سوچ میں ڈوبے بیٹھا تھا کہ ایک طرف سے یہ ندائے جمال اس کے کانوں میں آئی کہ: موتوا تم اجباہم (۲۳۳) تم موت کو ترجیح دو ہم تمہیں زندگی عطا کر دیں گے۔ اس نے آنکھیں اُپر کواٹھائیں تو سامنے نور کی شعاعوں سے لکھا دیکھا کہ: لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (۱۳۸) مت گھبراؤ، مت خوف کھاؤ، چونکہ تم کمزوروں اور مظلوموں کو امن کی ضمانت دینے کے لئے اٹھو گے اس لئے تم یقیناً غالب رہو گے۔

اس نشید حیات آور نے کشمکش کو یکسو کر دیا۔ "عشق کی اک جست نے طے کر دیئے قصے تمام" — اور اس صاحب عزم و ہمت نے کامل اعتماد اور یقین کے ساتھ فریق مخالف سے پکار کر کہہ دیا کہ:

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی  
اب ذرا دل تمام کر فریاد کی تاثیر دیکھ  
تو نے دیکھا سطوت رقتا دریا کا عروج  
موج مضطر کس طرح بنتی ہے اب نہ نجیر دیکھ  
پاکستان نے بالآخر ہندوستان کا چیلنج قبول کر لیا۔

پانچ ستمبر کی رات کو ہم سوئے تو یہ روتا روتے ہوئے کہ قوم کی اخلاقی حالت

لے "مومن" کے معنی امن کی ضمانت دینے والا بھی ہیں۔

بیمد بگڑ چکی ہے۔ ہر شخص کو اپنے اپنے ذاتی مفاد کی پڑھی ہے۔ قوم اور ملک کے اجتماعی مفاد کا کسی کو خیال نہیں رہتی کہ عام پھیلائے ہوئے خیالات کے مطابق ( ہماری فوج بھی سہل انگار اور عیش پرست ہو گئی ہے۔ ایسے میں اگر (خدا بخواتم) ملک پر کوئی آفت آگئی تو اس کا کیا بنے گا۔

پانچ ستمبر کی رات کو ہم یہ خیالات لے کر سوئے۔ اور جب چھ ستمبر کی صبح کو اٹھے تو ایسا محسوس ہوا جیسے ہم کسی اور ہی ملک کے اندر ایک اور ہی قوم کے فرد ہیں۔ ۱۹۵۱ء میں جب کسی نے یہ افواہ پھیلا دی تھی کہ امرت سر کی طرف سے ہندوؤں کی فوجیں لاہور کی سمت مارچ کرتی ہوئی دیکھی گئی ہیں تو لاہور خالی ہو گیا تھا لیکن اب ہندوؤں کی فوجیں (عالم خیال میں نہیں واقعہ) لاہور کے سر پر تھیں۔ بانانگر پر بم پڑ چکا تھا۔ دشمن کی توپوں کے دھماکے سے ہمارے در و دیوار ہل رہے تھے۔ یوں دکھائی دینا تھا کہ چند ساعتوں میں دشمن کے ٹینک شہر کے گلی کوچوں میں پھر رہے ہوں گے یہ حالات تھے لیکن حرام، جو کسی سمت سے خوف، اور ہراسانی، کا شائبہ تک بھی دکھائی دیا ہو۔ تمام اہل شہر کامل سکون اور سکوت کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف تھے۔ نوجوان ان ایمان افروز ولولوں کو لئے ہوئے کہ خدا کا شکر ہے کہ زندگی میں ایسا موقع آگیا۔ جب ہم دنیا کو بتا سکیں گے کہ:

آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

بوڑھے اس عزم و ثبات کو لئے ہوئے کہ ہم "بنیانِ موصوف" کی طرح ڈٹے

رہیں گے اور اس آہنی دیوار کو کوئی توڑ نہیں سکے گا۔ بچے یہ ولولہ انگیز منغلات گاتے

ہوئے کہ — "بہادر و بڑھے چلو، سپاہیو بڑھے چلو! اور عورتیں سپاہیوں



کے لئے ہر قسم کا سامان فراہم کرنے میں مصروف۔ اور یہ سب کچھ نہایت نظم و ضبط کے ساتھ۔ ان سطوح کی تحریر کے وقت جنگ شروع ہوئے، قریب دو ہفتے گزر چکے ہیں۔ اس دوران میں کوئی رات ایسی نہیں گذری جب توپوں کی آواز نے دیواریں نہ ہلا دیں ہوں۔ اور کوئی دن ایسا نہیں آیا جب سائرن کی کپکپا دینے والی آواز کان میں نہ پڑی ہو۔ لیکن اس وقت تک ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا جب قوم کے دل کی دیواریں ذرا بھی ہلے ہوں یا ان کی رُوح میں شتمہ بھڑکپکی پیدا ہوئی ہو۔ حوصلے ہیں کہ دن بدن بلند ہو رہے ہیں اور ہمتیں ہیں کہ ساعت بہ ساعت استوار ہو رہی ہیں۔ عام حالات میں ہر صبح اخبارات میں دوچار وارداتوں کی خبر سامنے آجاتی تھی۔ لیکن ان دنوں میں کسی ایک واردات کی خبر سننے میں نہیں آئی۔ ایشیائے خور و نوش بغیر کسی وقت اور مشقت کے مل رہی ہیں اور انہی قیمتوں پر مل رہی ہیں بلکہ بعض چیزیں سستی ہو گئی ہیں، اور یہ حالت ایک لاہور ہی کی نہیں، سارے ملک کا یہی عالم ہے۔

عقل حیران ہے کہ یا اللہ! کیا یہ وہی قوم ہے جس کا ہم روزنا روتے پانچ ستمبر کی رات کو سوئے تھے؟ کیا یہ وہی ملک ہے جس کے کونے کونے میں ہر قسم کی خرابیاں دکھائی دیتی تھیں؟ یہ راتوں رات اس میں کیا انقلاب آگیا؟ یہ شباشب اس کی قلبِ ماہیت کیسے ہو گئی۔

اور ہمارے سپاہی!

زباں پہ بارِ خدا یا یہ کس کا نام آیا!

کہ میرے لظوق نے بوسے مری زباں کے لئے

انہوں نے جو کچھ کر کے دکھایا ہے اس سے دُنیا کی تاریخ میں ایک سنہرے

باب کا اضافہ ہو گا۔ اور آنے والی نسلیں ان کے مخیر العقول کارناموں کو مثال کے طور پر بیان کریں گی۔ اقبالؒ زندہ ہوتا تو وہ دیکھتا کہ اس کی دعائیں :

جو انوں کو مری آہِ سحر دے  
پھر ان شاہین بچوں کو بال و پردے

کس طرح بدرگاہ رب العزت میں مستجاب ہوئی ہیں اور اس کے شاہین بچوں کے بال و پردے دشمن کے فضائیہ میں کیا قیامتیں برپا کر دی ہیں ان کا — پلٹنا جھپٹنا جھپٹ کر پلٹنا زمانہ امن میں بے شک "لہو گرم رکھنے کا تھا اک بہانہ" — لیکن میدانِ کارزار میں ان کی اس پلٹ اور جھپٹ نے جس طرح قوم کی تقدیر کو پلٹ دیا ہے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اقبالؒ نے کہا تھا کہ :

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جو انوں میں  
نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسمانوں میں

اس سے پہلے اسے محض ایک شاعر کا تخیل سمجھا جاتا تھا۔ حالانکہ وہ بار بار کہتا تھا کہ — حقیقت ہے، نہیں میرے تخیل کی یہ برآتی — لیکن ہماری فضائی، برسی اور بحری فوج کے جو انوں نے اس تخیل کو ایک جیتی جاگتی حقیقت میں تبدیل کر کے دکھا دیا۔

اقبالؒ نے کہا تھا کہ :

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے لہتیں پیدا

تو کہ لیتا ہے یہ بال و پردہ روح الایں پیدا

دنیا سمجھتی تھی کہ یہ محض ایک فلسفی کا نظریہ ہے جسے حقیقت سے کچھ واسطہ



نہیں ہوتا لیکن ہمارے ان کوہ شکن مجاہدین نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ ایک نظریہ نہیں حقیقت ہے۔

قرآن نے کہا تھا کہ: **كَم مِّن قَلِيلَةٍ قَلِيلَةٍ عَلَبْتَ فِتْنَةً كَثِيرَةً بِأَذْنِ اللَّهِ** **وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ** (۲۳۹) ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک قلیل سی جماعت ایک حجمِ غضب پر غالب آجاتی ہے۔ یہ ہوتا ہے خدا کے اس قانون کے مطابق جس کی رو سے اس کی نصرت ان کے ساتھ ہوتی ہے جو ثابت قدم رہیں۔ انہی کے متعلق کہا تھا کہ "ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین" (۶۵) اگر تم میں بیسٹ سپاہی ثابت قدم ہوں گے تو وہ دشمن کے دو سو پر غالب آجائیں گے۔ اس ایک اور رس کی نسبت کے لئے ہم اپنے صدر اول کے مجاہدین کی درخشندہ داستانیں اپنے بچوں کو سنایا کرتے تھے لیکن اب انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ یہ دعویٰ کس قدر صداقت پر مبنی ہے۔

ملتِ پاکستانیہ کی اس قلبِ ماہیت پر بالعموم اور اس کی افواجِ قاہرہ کی عجیب العقول سرفروشانہ جوششِ کردار پر بالخصوص آنے والا مورخِ مہجرت ہو گا اور اس کی بنیادی علت (CAUSE) کے لئے بڑی کردید کرے گا لیکن ہمیں اس کی تلاش میں کہیں دُرُجبانے کی ضرورت نہیں۔ وہ قوم جس میں زندگی کی حرارت باقی ہوتی ہے اس کے تحت الشعور میں اس کی درخشندہ روایاتِ محو خواب ہوتی ہیں۔

لے مسلمانوں کی صورت میں، ان روایات سے مراد ہے قرآن کی عطا کردہ مستقل اقدار کا کسی وقت محسوس پیکر میں سامنے آنا۔

اور تاریخ کے نازک موڑ پر وہ اس طرح بیدار ہو جاتی ہیں جس طرح بمب لٹ کے تاروں میں چھپے ہوئے منغمے ایک جنبش مضراب سے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیتے ہیں۔ سطح میں لگا ہوا ساکت و صامت تاروں کو دیکھتی ہیں۔ لیکن ان کے اندر مضمحل نعروں کو نہیں بھانپ سکتیں۔ جنگ یا اسی فتنم کے اور حوادث قوموں کے عروج و حیات کے لئے مضراب کا کام دیتے ہیں اور ان میں پھر سے خون زندگی بڑی تیزی سے گردش کرنے لگ جاتا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے قرآن کریم نے جنگ کی طرف دعوت دیتے ہوئے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

"يا ايها الذين امنوا استجبوا لله والرسول اذا دعاكم  
 يحييكم ج..... (۴۴)

راے ایمان والو! تم خدا اور رسول کی اس دعوت پر لبیک کہو  
 جو تمہیں زندگی عطا کر دے گی۔

جنگ کے بلاوے کو زندگی عطا کرنے والی دعوت اسی حقیقت کی ترجمان  
 ہے۔ قوم کو اپنی مضمحل صلابتوں اور غیر محسوس خصوصیتوں کا صحیح اندازہ ہی معرکہ آرائی  
 سے ہو سکتا ہے۔

اقبال کے الفاظ میں:

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہونظر  
 تیرا زجاج ہو نہ سگے گا حریف سنگ  
 یہ زور دست و ضربت کاری کا ہے مقام  
 میدان جنگ میں نہ طلب کر نوا کے چنگ  
 خون دل و جگر سے ہے سر بایہ حیات  
 فطرت لہو ترنگ ہے غافل نہ جل ترنگ



اسی لئے قرآن کریم نے درخوردِ صلوات و سلام ان مجاہدین کو قرار دیا ہے جو اس قسم کے زلزلہ انگیز، صبر آزما اور ہمت طلب معرکوں میں ثبات و استقامت کا ثبوت دیں۔ (۱۵۱) قتال فی سبیل اللہ — جو جہاد کی آفری کڑی ہے جنت کی کلید اور حیات جاودانی کی ضمانت ہے، اس لئے کہ اسی سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسانی ذات میں کس قدر سختی پیدا ہو چکی ہے اور وہ زندگی کے آئندہ بلند مراحل طے کرنے کے قابل کس حد تک ہوئی ہے۔ اگر انسانی ذات کو اس کسوٹی پر نہ پرکھا جائے تو ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی ذات کی نشوونما کے متعلق خود فریبی میں مبتلا ہو جائے۔ یہی وہ خود فریبی ہے جس کے متعلق علامہ اقبالؒ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں :

اسلام جہاد فی سبیل اللہ کو حیات کے لئے ضروری تصور کرتا ہے تو شعرائے عجم اس اشعار اسلام میں کوئی اور معنی تلاش کرتے ہیں۔ مثلاً

غازی زپے شہادت اندرتگ و پوست  
غافل کہ شہید عشق و فصل تراز دست  
در روز قیامت این بہ او کے ماند  
این کشتہ دشمن است و آل کشتہ دوست

یہ رباعی شاعرانہ اعتبار سے نہایت عمدہ ہے اور قابل تعریف مگر انصاف سے دیکھئے تو جہاد اسلامیہ کی تردید میں اس سے زیادہ دل فریب اور خوبصورت طریق اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ شاعر نے کمال یہ کیا ہے کہ جس کو اس نے زہر دیا ہے۔ اس کو



احساس بھی اس امر کا نہیں ہو سکتا کہ مجھے کسی نے نہر دیا ہے  
بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ مجھے آب حیات پلایا گیا ہے۔ آہ! مسلمان  
کئی صدیوں سے یہی سمجھ رہے ہیں

(مکاتیب اقبال - حصہ اول - صفحہ ۳۶)

خدا نے انبیاء علیہم السلام اور کتب کے ساتھ "الحمدید" - شمشیر خارا  
شگاف - کے نزول کا ذکر کیا ہے (۲۵) تو اسی لئے کہ:

اس بیت کا یہ مصرع اول ہے کہ جس میں  
پوشیدہ چلے آتے ہیں توجید کے اسرار

وہ حیات جاوداں کی بشارت مقتولین فی سبیل اللہ کو دیتا ہے۔ کسی کشتہ  
دورست کے لئے یہ بشارت نہیں۔ وہ مجاہدین کے ایک ایک عمل کو سچے ترازو میں  
تولنا اور اس کا وزن لکھتا چلا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:

اس راہ میں بھوک اور پیاس کی جس تکلیف کو وہ جھیلتے ہیں،  
جو تکاں اور مشقت وہ اٹھاتے ہیں۔ ان کا ہر وہ قدم جو اس  
مقام پر پڑتا ہے جہاں اس کا پڑنا دشمن کے لئے موجب غیظ و غضب  
ہوتا ہے، حتیٰ کہ ہر وہ نقصان جو انہیں دشمن کی طرف سے  
پہنچتا ہے۔ ان میں سے ایک ایک چیز ان کے لئے عمل صالح  
بنتی چلی جاتی ہے (۱۱۰)

اور کیوں نہ بنے؟ خدا نے کہا ہے کہ جو شخص کسی ایک جان کو بھی بچا  
لے اس کے متعلق یوں سمجھو گویا اس نے پوری کی پوری نوع انسان کو بچا لیا (۱۳۲)  
آپ پورے پاکستان کو ایک طرف رہنے دیجئے اور صرف ایک لاہور کو لیجئے۔ گذشتہ

دو ہفتے اس سولہ لاکھ کی آبادی اور دشمن کی طرف سے بھیانک موت کے درمیان صرف ایک دیوار حاصل تھی۔ اور وہ دیوار تھی ہمارے ان جانناز خود فراموش سپاہیوں کی۔ انہوں نے جان پر کھیل کر اس پوری آبادی کو بچا لیا۔ نہیں! جنرل موسیٰ کے الفاظ میں: پاکستان کی آزادی اور غلامی کے درمیان یہی دیوار کھڑی تھی۔ انہوں نے اپنی جانیں دے کر اس عظیم ملک کی آزادی کو بچا لیا۔ اور پھر یہ ملک ہمارا قومی وطن ہی تو نہیں۔ یہ ہمارے دین و قرآنی نظام کا بننے والا گہوارہ بھی تو ہے۔ اس کی حفاظت دین کی عظیم ترین خدمت ہے۔

یہ ہے جہاد کا مقام ایک مسلم کی زندگی میں!

لیکن جہاد میدان جنگ میں شمشیر بکف نکل کھڑے ہونے کا نام ہی نہیں، تقسیم عمل کے لحاظ سے اس سلسلہ کا ہر کام جہاد میں شامل ہے۔ جہاد و اموالہم و انفسہم (۹) تو قرآن کریم کے بیشتر مقامات میں آیا ہے۔ جان کے جہاد کے لئے نسبتاً کم لوگوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ باقی آبادی مال کے جہاد میں شریک ہوتی ہے۔ اور جس کے پاس دینے کے لئے مال نہیں وہ اس پر وگرام کی اور مختلف کڑیوں میں حصہ لے سکتا ہے۔ پھر سب سے اہم کڑی ملک میں امن قائم رکھنے اور عوام کا حوصلہ بڑھانے کی ہے۔ دشمن کا سنگین ترین حربہ سول آبادی میں بددلی پھیلانا ہوتا ہے۔ اس کا موثر ذریعہ انواہیں پھیلانا ہے جس کی روک تھام نہایت ضروری ہے۔ شہری دفاع کے سلسلہ میں تمام قواعد و ضوابط کی شدت سے پابندی بھی اسی سلسلہ کی اہم کڑی ہے۔ علاوہ ازیں جن لوگوں کا گھر بار اُجڑ جائے جن کا کاروبار بند ہو جائے جو کسی طرح مفلوج و محتاج ہو جائیں ان کی پوری پوری مدد کرنا۔ جہاد بالاموال میں شامل ہے۔ غرضیکہ ہر وہ اقدام جو آپ کی مدافعت و



تقویت کا موجب ہو اور جس سے دشمن کے منصوبے کمزور ہوں جہاد ہے۔  
 ایسے نازک وقت میں حکومت کی تائید بڑی ضروری ہوتی ہے۔ صدر مملکت  
 کے اس احسان سے تو ہماری آنے والی نسلیں تک سبکدوش نہیں ہو سکیں گی کہ انہوں  
 نے ملک کی عسکری قوت کو اس قدر مستحکم بنا دیا تھا جس کا کسی کو اندازہ تک نہ تھا اور  
 جنہوں نے ایسے نازک وقت میں اس قدر بلند حوصلگی کا ثبوت دیا ہے۔ اگر کسی  
 وقت حکومت کی طرف سے کوئی ایسا فیصلہ ہو جس سے بفرض محال آپ متفق نہ  
 ہوں تو اسے ہدف تنقید نہ بنائیے۔ اصولی اتفاق کا تقاضا ہوتا ہے کہ جب نہ  
 اختلافات کو اہمیت نہ دی جائے۔ اور پھر ایسے وقت میں جب ایک معمولی سی  
 تنقید نہ معلوم کتنے دور رس نقصان کا موجب بن جائے۔ کبار سے بچنے والوں کی  
 'لمم' (چھوٹی چھوٹی لغزشوں) کو تو خدا بھی قابل گرفت قرار نہیں دیتا (۵۳/۳۶)  
 پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ جو معلومات ارباب حل و عقد کے پاس ہوتی ہیں وہ ہمارے  
 پاس نہیں ہوتیں۔ اس لئے ہمارے مقابلہ میں وہ بہتر پوزیشن میں ہوتے ہیں  
 کہ حالات کی مناسبت سے فیصلے کریں۔

جس وقت تک یہ سطور قلب بند ہو رہی ہیں۔ ہمارے فلک پیمایا پیاروں اور  
 کوہ شکن افواج کو کسی محاذ پر بھی کسی قسم کی پستی یا ناکامی نہیں ہوئی۔ اور جس  
 عزم بلند اور خارا شگاف ہمت کا انہوں نے ثبوت دیا ہے۔ اس کے پیش نظر ہمیں  
 یقین ہے کہ یہ برق خاطر یہ شہاب ثاقب یہ آتشیں پر کالے، آہر تک کامیاب  
 و کامراں رہیں گے اور میدان کارزار سے فاتح و منصور لوٹیں گے۔ لیکن جنگ

بہر حال جنگ ہے۔ اس میں کسی مقام پر سپاہی بھی ہو سکتی ہے۔ اگر کبھی ایسا ہو تو  
 ہمیں اس سے افسردہ خاطر اور شکستہ دل نہیں ہونا چاہئے۔ اس قسم کے حوادث  
 تو اس زمانے میں بھی رونما ہو جایا کرتے تھے۔ جب صحابہ کبار جیسے سپاہی اور  
 رسول اکرمؐ جیسے کماندار ہوتے تھے۔ انہی نقصانات کے وقت قرآن انہیں یہ کہہ کر  
 اطمینان دلاتا تھا کہ: ان یمسککم فرح فقد مس القومہ فرح مشدہؑ؛  
 اگر آج تمہیں کوئی زخم لگا ہے تو یقیناً اس قسم کا زخم تم دشمن کو بھی لگا چکے ہو۔ یہ  
 میدان جنگ ہے: تلك الايام سدا ولها بين الناس رهتان؛ اس میں  
 پلٹے چھکتے اور اٹھتے رہتے ہیں۔ لہذا اگر کسی مقام پر تمہیں ہنگامی طور پر  
 کوئی نقصان پہنچ جائے تو تمہیں گھبرانا نہیں چاہئے، بلکہ سوچنا چاہئے کہ ایسا کیوں  
 ہوا ہے۔ اس لئے کہ: وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم  
 (۲۲) جو نقصان بھی تمہیں پہنچتا ہے وہ کسی نہ کسی تمہاری اپنی غلطی کی وجہ سے  
 پہنچتا ہے۔ اس لئے ایسے مقام پر گھبرانے اور بدحواس ہونے کے بجائے سوچنا  
 یہ چاہئے کہ وہ نقصان ہماری کسی غلطی کی وجہ سے ہوا ہے، اور ایسا کرنے وقت  
 ایک دوسرے کو مورد الزام بنانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اس سے باہمی  
 تنازع پیدا ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے کہا ہے کہ اگر ایسا کرو گے فتنتنا  
 وتذهب بكم واصبروا (۲۶) تو تمہاری ہمت ٹوٹ جائے گی۔ اور  
 تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اس لئے تم استقامت سے کام لو اور جو غلطی ہو گئی ہے  
 مشرک اور متحدہ طور پر اس کی تلافی کی کوشش کرو۔ قوم درحقیقت ایک ٹیم  
 ہوتی ہے۔ ٹیم میں اگر کسی وقت کسی کھلاڑی سے کوئی غلطی ہو جائے تو یہ نہیں  
 ہوتا کہ ساری ٹیم اس کے پیچھے پیچھے چھاڑ کر پڑ جائے یا رومٹھ کر بیٹھ جائے۔ وہ

اس کا خیال کئے بغیر کہ غلطی کس سے ہوئی ہے۔ اس غلطی کے ازالہ کی کوشش کرتی ہے۔ اس لئے کہ نہ تو ٹیم کی شکست کسی ایک کھلاڑی کی شکست ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اس کی کامیابی کسی ایک کھلاڑی کی کامیابی۔ شکست اور فتح پوری کی پوری ٹیم کی ہوتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق قرآن کریم نے بڑی سختی سے تنبیہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ: **وَتَقُوا فِتْنَةَ "لَا تَصِينُ الذِّينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً" (۲۵)** اس آگ سے بچو جس کی چنگاریاں اڑتی ہیں تو وہ انہیں تک محدود نہیں رہا کرتیں جن سے زیادتی ہوئی ہو۔ وہ ساری کی ساری قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا کرتی ہیں۔ اس کے برعکس جہاں تک جنگ میں کامیابی کا تعلق ہے وہ بیشتر ان جان فروشوں کے خون کے بدلے میں حاصل ہوتی ہے جو یہ پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے کہ ان کا خون کہا کس نے وصول کیا ہے۔

**وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ الْأَخْضَابُ عَلَيْهِمْ**  
**وَالْأَهْمُ يَحْزَنُونَ (۱۶۸)** وہ جب اس کا احساس کرتے ہیں کہ ان کے جان  
 دے دینے سے وہ لوگ جو ان کے پیچھے زندہ ہیں کس طرح امن و اطمینان کی  
 زندگی بسر کر رہے ہیں تو وہ اسے اپنی قربانیوں کا بیش بہا صلہ سمجھتے ہیں۔  
 اور اس سے بڑے خوش ہوتے ہیں۔ یہی ہیں وہ زندہ جاوید، شرفِ انبیا  
 کی انتہائی بلند یوں پر فائز مردانِ مومن جن کے خون کی آبیاری سے تاکِ ملت  
 کی نشوونما ہوتی ہے: **أَوْلَيْتُمْ عَلَيْهِمْ صَلَوةً مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةً و**  
**أَوْلَيْتُمْ لَهُمُ الْمَهْتَدُونَ (۱۵۵)**

سرخاک شہیدے بر گہائے لالہ می پاشم  
 کہ خونش با نہالِ ملت ما سازگار آمد



جب سے صفحہ ارض پر طلوع و غروب آفتاب کا سلسلہ شروع ہوا ہے  
 دن پڑھتا ہے اور رات پڑتی ہے۔ لیکن ان میں بعض دن ایسے بھی ہیں جنہیں  
 خدا نے "ایام اللہ" خود اپنے دن۔ کہہ کر پکارا ہے۔ یہ "خدا کے دن" وہی  
 ہیں جن میں حق و باطل کی معرکہ آرائیاں ہوتی ہیں۔ اور یہی ہیں وہ دن جن کی  
 یاد دہانی کی تاکید نبی اکرمؐ کو یہ کہہ کر کی گئی کہ "وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ أَنَّهُمْ خَلَقُوا  
 كَمَا يَدْعُونَ" کی یاد دہانی کراتے رہو۔ اس لئے کہ "ان في ذلك لايت لكل  
 صبار شكور" (۱۴) اس میں ہر اس قوم کے لئے جو استقامت پذیر ہو اور  
 یہ چاہے کہ اس کی کوششیں بھرپور تاج کی حامل ہوں، زندگی کی عظیم نشانیوں  
 ہیں۔ دنیا میں ہر روز ہزاروں انسان آتے اور ہزاروں دنیا سے چلے جاتے  
 ہیں پیدائش اور موت کا یہ سلسلہ لاکھوں برس سے جاری ہے۔ لیکن موت و حیات  
 کے اس بحر بیکراں میں وہ نفوس روشنی کے بینار کی طرح جگمگاتے ہیں جن کی موت  
 لاکھوں کروڑوں انسانوں کے لئے زندگی کا موجب بنتی ہے۔ کس قدر سعادت مند  
 اور خوش بخت ہیں وہ نفوس جنہیں اس قسم کے مواقع میسر ہوں۔

آج ملتِ پاکستانیہ کے سامنے اسی قسم کا معرکہ ہے۔ ہماری نگہ احترام  
 جھکتی ہے:

ان اربابِ حل و عقد کے سامنے جنہوں نے ایسے نازک وقت میں، اس  
 قسم کا صحیح فیصلہ کیا جس کے لئے بڑے آہنی عزم اور بلند حوصلگی کی ضرورت تھی۔  
 ان جسور و غیر مجاہدین کی بارگاہ میں جو شمشیر کبف اور کفن بدوش  
 میدان کارزار میں آگئے۔ اور جنہوں نے اپنی بے پناہ قربانیوں سے یہ ثابت  
 کر دیا کہ۔ "بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی پوشیدہ ہیں۔" اور

خود ملت پاکستانیہ کے حضور جس نے ایسے بہت شکن حالات میں "بنیانِ  
 مرصوص" (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) کی طرح کھڑے ہو کر بتا دیا کہ :  
 مٹ نہیں سکتا کبھی مرد مسلمان کہ ہے  
 اس کی اذالوں سے فاش تر کلیم و خلیل

اور ہمارا سر نیا ز سجدہ ریزہ ہے اس خدائے عزیز و رؤف کی بارگاہ میں  
 جس کی عطا کردہ راہ نمائی سے قوم کو ایسی جمعیت خاطر نصیب ہوئی کہ جب لوگوں  
 نے اس سے کہا کہ: "إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمِعُوا لَكَ فَاخْشَوْهُمْ"؛ دشمن نے  
 تمہارے خلاف لشکر جمع کر رکھا ہے، اس لئے تم اس سے ڈرو۔" فرزاد ہم  
 ایماناً تو بجائے اس کے کہ اس سے وہ خوف زدہ ہو جائے، ان کا ایمان اور  
 بڑھ گیا۔ "وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ" (۱۴۲) اور انہوں نے دل کے  
 پورے اطمینان سے کہہ دیا کہ دشمن کا لشکر بڑا ہے تو ہوا کرے۔ ہمارے ساتھ  
 قانون خداوندی کی تائید و نصرت ہے اور یہ وہ قوت ہے جس پر پورا پورا  
 بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

اگر ہم نے خدا کی راہ نمائی کا دامن لائق سے نہ چھوڑا تو اس کا یہ  
 وعدہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا کہ "فَانْقَلِبُوا ابْنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضِيلٍ  
 لَّسَمَ يَمَسُّهُمْ سُوءٌ" (۱۴۲) انہیں دنیا کی کوئی طاقت زک نہیں دے سکے  
 گی اور وہ شاداں و فرجاں خدا کی عطا کردہ خوشگوار یوں سے جھولیاں بھر بھر  
 کر واپس آئیں گے۔ "وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا" (۱۴۲) خدا سے زیادہ بات  
 کا سچا کون ہے۔

~~87094~~

87094

مجلس صیانت (سیکیورٹی کونسل) نے اپنے جنرل سکرٹری کی رپورٹ کے  
پیش نظر یہ ریزولیشن پاس کر دیا ہے کہ:  
(۱) جنگ فوراً بند کر دی جائے۔

(۲) تمام فوجیں ان مقامات پر واپس چلی جائیں جہاں وہ ۵ اگست  
کو تھیں۔

(۳) باقی رہا کشمیر کا مسئلہ سو اس کے متعلق بعد میں سوچا جائے گا۔

اس ریزولیشن کے مطابق متحدہ اقوام (U N) اور اس کی قائم  
کردہ سیکیورٹی کونسل بالکل بے نقاب ہو کر سامنے آگئی اور دُنیا نے دیکھ لیا کہ جن  
اقوام کے سامنے زندگی کی غیر متبدل مستقل اقدار نہ ہوں وہ کسی طرح عدل و انصاف  
کے نام تک سے نا آشنا ہوتی ہیں۔

پاکستان کے لئے یہ مرحلہ پہلے مرحلہ سے بھی زیادہ نازک تھا۔ محولہ بالا  
ریزولیشن مجلس صیانت کے اراکین کا متفقہ فیصلہ تھا (صرف ایک اردن نے اس کی  
مخالفت کی تھی) اس فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا ساری دُنیا سے جنگ مول لینے کے مترادف  
تھا۔ دوسری طرف یہ حقیقت تھی کہ یہ فیصلہ عدل و انصاف کے یکسر خلاف اور حقائق  
سے کھلے بندوں چشم پوشی کا مظاہرہ تھا۔ اس سے مظلومین کشمیر اسی کسمپرسی کے عالم  
میں رہتے تھے۔

پاکستان کی تاریخ میں اس سے زیادہ نازک وقت کبھی نہیں آیا تھا۔ ہندو  
خوشیوں کے شادیاں بجا رہا تھا۔ ساری دُنیا پھری ہوئی نگاہوں سے پاکستان کی  
طرف دیکھ رہی تھی۔ کشمیر کا مظلوم مسلمان ہے ہوئے کھڑا تھا کہ صدر مملکت پاکستان  
کے عزم بلند نے ایک بار پھر انگریزی کی۔ اور اس نے ایک ایسی آواز سے جس میں



اعتماد اور یقین کی ایک دنیا جھلمل جھلمل کر رہی تھی اقوام متحدہ۔ اور اس کی وساطت سے تمام اقوام عالم۔ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ مجلس صیانت کا یہ فیصلہ دھاندلی کے سوا کچھ نہیں۔ ہم امن عالم کی خاطر جنگ بند کرنے کو تیار ہیں لیکن ہماری فوجیں جن مقامات تک پہنچ چکی ہیں ان سے پیچھے نہیں ہٹیں گی اور اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ مجلسِ اقوامِ کشمیر کے فیصلہ کے متعلق کیا اقدامات کرتی ہے۔ اگر ایک مدت معینہ کے اندر یہ اقدامات ہمارے نقطہ نگاہ سے اطمینان بخش نہ ہوئے تو (جیسا کہ ہمارے وزیر خارجہ سٹریٹو بھٹونے واشنگٹن الفاظ میں کہہ دیا) پاکستان ایسے نامعقول ادارے کو سات سلام کر کے اس سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اور اپنی راہ آپ اختیار کرے گا۔

مجلس صیانت کو اس جرأت بے باک کے سامنے جھکنا پڑا۔ اور ان شرائط کے ماتحت جنگ روک دی گئی اور اس طرح :

تازہ پھر دانش حاضر نے کیا سحر قدیم  
گذر اس عہد میں ممکن نہیں بے چوہ کلیم

جنگ اور صلح کے سلسلہ میں قرآن کریم کی راہ نمائی یہ ہے کہ میدان کارزار میں تمہارا پڑا کتنا ہی بھاری کیوں نہ ہو، "ان جنحو المسلم فاجنح لھا" (اگر دشمن صلح کی طرف جھکے تو تم بھی اس کی طرف جھک جاؤ۔ پاکستان کا جنگ ملتوی کرنے کا فیصلہ قرآن کریم کی اس راہ نمائی کے عین مطابق ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہندو نے پھر فریب دیا تو اس کا کیا علاج؟ تو اس کے متعلق قرآن کریم نے اگلے ہی الفاظ میں کہہ دیا کہ "وان یرویدا ان یخدعوا ک فان

حَسْبُكَ اللَّهُ ﴿﴾ اگر ان کا ارادہ ہو کہ تمہیں دھوکہ دیں تو اس میں گھبرانے کی بات کوئی نہیں۔ جس قانون خداوندی نے تمہیں پہلے کامیابی عطا کی تھی وہی قانون پھر تمہاری تائید و نصرت کے لئے موجود ہوگا۔ ”هو الذی ایتدک بنصرہ وبالسوسنیین (۶۲)۔“ قانون خداوندی سے تمسک اور جماعت کا تعاون کامیابی کی ضمانت ہے۔ جماعت کے اندر اس شتم کے تعاون کا جذبہ کس طرح بیدار ہوتا اور پروئے کار آتا ہے۔ اس کے متعلق اس نے بتا دیا کہ ”وَالْفِتْنَةُ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ﴿﴾ مقصد کی وحدت اور نصب العین کے اشتراک سے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی اُلفت پیدا ہو گئی۔ لَوَالْفِتْنَةُ مَا فِي الْاَرْضِ جَسِيْعًا۔“ ما اُلفت بین قلوبہم۔ یہ وہ نعمت ہے جہاں سے جو بازار سے خریدی نہیں جاسکتی خواہ اس کے لئے دنیا بھر کی دولت بھی کیوں نہ صرف کر دی جائے۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ الْفِتْنَةُ بَيْنَهُمْ ﴿﴾ یہ پیدا ہوتی ہے قانون خداوندی کے اتباع سے۔ اسی میں قوم کی حیات اور زندگی کے ہر معرکہ میں کامیابی و کامرانی کا راز پوشیدہ ہے۔ اس وقت قوم کے دل میں جو جذبہ ہنگامی طور پر پیدا ہوا ہے اسے قوم کا مستقل شعار کس طرح بنایا جاسکتا ہے؟ اس وقت ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ اگر قوم نے قرآن کریم کی تعلیم کو اپنے لئے قہذیل راہ بنا لیا تو۔ سر زمین پاکستان تو ایک طرف۔ خدا کے اس وعدہ کو پورا ہوتے بھی دیر نہیں لگ سکتی کہ ”اِنِّیْ جَاعِلٌ لِلنَّاسِ اِھْمًا۔“ ہم نے تمہیں نوع انسان کی لیڈرشپ کے پیدا کیا ہے۔

اس لئے ملتِ پاکستانیہ کے نام ہمارا پیغام یہ ہے کہ :

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا  
لیا جائے گا نتیجہ سے کام دُنیا کی امامت کا

عیدہ



نیشنل بک ٹرسٹ پاکستان کراچی



لفت

نمبر ۱۹۶۵ء

اشاعت کوئی

ادارہ مطبوعات پاکستان

پوسٹل بکس نمبر ۱۶۳۳، کراچی